

جنوبی پنجاب

محروم، استھصال زده

حقائق سے متعلق
ہیومن رائٹس کمیشن
کی رپورٹ



جنوبی پنجاب

محروم، استھصال زدہ

حقائق سے متعلق ہیون رائٹس کمیشن کی رپورٹ



پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

حقوق اشاعت 2022 برائے ہیمن رائٹس کمیشن آف پاکستان
تمام حق محفوظ ہیں۔ اس اشاعت کے کسی بھی حصے کی اشاعت کی صورت میں اس کا حوالہ دینا لازمی ہے۔

اس اشاعت میں شامل مواد کو شائع کرنے سے قبل ہمکن طریقے سے اس کی درستگی کو یقینی بنایا گیا ہے۔ ہیمن رائٹس کمیشن آف پاکستان کسی بھی غیر ارادی غلطی کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔

آئی ایس بی این: 1-03-7602-627-978

پرنسپر: وظفر نریز ڈوبیر یون
90-اے، ائیر لائنز ہاؤسنگ سوسائٹی
خیابان جناح، لاہور

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
الیوان جمہور
107 ٹیپ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن
لاہور 54600
ٹیلی فون: +92 42 3583 8341, 3586 4994, 3586 5969
فیکس: +92 42 3588 3582
ایمیل: hrcp@hrcp-web.org
www.hrcp-web.org



Funded by the
European Union

اطہار برأت: یہ دستاویز یورپین یونین کی مالی مدد سے شائع کی جا رہی ہے۔ اس دستاویز کے مندرجات کی تمام تر ذمہ داری ہیمن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی ہے اور کسی بھی صورت میں انہیں یورپین یونین کے خیالات یا اس کا موقف نہیں سمجھا جانا چاہیے۔

تعارف

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (انج آر سی پی) کے ایک اعلیٰ سطحی مشن نے جنوبی پنجاب کے متعلق حقائق کی جائیج پر کھکھ کے لیے 8-4 مارچ 2022 کے دوران علاقے کا دورہ کیا۔ مشن میں ۔۔۔ چیر پرن حنا جیلانی، پنجاب شناخت کے واک چیر راجہ محمد اشرف، کونسل ممبر انڈر یارحمد، سلیمان ہاشمی اور نازش عطا اللہ، ریجنل کوارڈ چیر فصل تنگوانی، عملے کے زکن سلمان سکندر اور انج آر سی پی کی رضا کار لئی ندیم شامل تھے۔۔۔ مشن علاقے میں انسانی حقوق کی جمیع صورت حال، بشمول نقصان وہ رواجوں کی زد میں رہنے والی خواتین، مقامی ہندو برادریوں میں جبری تبدیلی نہب، صنعتی کارکنان کے کام کرنے کے خراب حالات اور جرمی مشقت اور مقامی آبادیوں کے صرف پر چولستان میں زمین کی غیر منصفانہ الٹھٹ کے الزامات کا جائزہ لینے کے لیے تشكیل دیا گیا تھا۔ اس کے لیے اس مشن نے ملتان، ڈیرہ غازی خان، جام پور، راجہن پور، بہاولپور، یزمان اور مٹھڑی (چولستان) کا دورہ کیا۔ یہاں (مخصوص گروہی) نوکس گروپ بات چیت، مشاورت اور کلیدی اطلاع کنندگان کے انٹریویو کا ایک سلسلہ منعقد کیا گیا۔ مشن کے کام کا اختتام 8 مارچ کو ملتان میں منعقدہ ایک پریس کانفرنس پر ہوا۔ یہ روپرث بنيادی طور پر مسئولین / جواب دہندگان کی زبانی گواہیوں اور انسانی حقوق کی صورتحال متعلق کلیدی اطلاع کنندگان کے تجزیے پر ہے۔

انج آر سی پی نے جن مسئولین سے بات کی ان میں سول سوسائٹی کے ارکین، وکلاء، طلباء، محنت کش اور کسان شامل تھے۔ مشن نے بہت سے حکومتی اہل کاروں سے بھی ملاقات کی جن میں ڈپٹی کمشنر ڈیرہ غازی خان، حجزہ سالک؛ بارڈر لٹری پولیس کے کمائنڈنٹ، محمد اکرم ملک؛ ضلعی پولیس افسر (ڈپٹی پی او) ڈیرہ غازی خان، علی وسیم؛ اور چولستان ڈپٹی پیٹ اتحاری کے مینگ ڈائریکٹر، سیف اللہ بھٹی شامل تھے۔ انج آر سی پی تمام مسئولین کا مٹکوہ ہے جنہوں نے اس مشن سے بات چیت کرنے کے لیے وقت نکالا یا جنوبی پنجاب میں انسانی حقوق کی صورتحال متعلق معلومات کے حصول میں مدد فراہم کی۔

سرائیکی شناخت

اُن تمام مقامات پر، جن کا دورہ کیا گیا، مشن نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ سرائیکی شناخت کو تسلیم کرنے کے حوالے سے دیرینہ تشویش ابھی تک حل طلب ہے۔ علیحدہ سرائیکی صوبے کے مطالبے کو حل کرنے کے لیے وفاقی اور صوبائی سطھ پر مناسب توجہ نہیں دی گئی۔ جنوبی پنجاب کے عوام کی سیاسی نمائندگی پر اب بھی خطکی علاقائی اشرافیہ کا غلبہ ہے۔۔۔ جو جاری سماجی اور معاشری استھانی اور بے اختیاری کے تناظر میں خود مسئلے کا ایک کلیدی حصہ ہے۔

انج آر سی پی وفد میں شامل ممبر ان کا انتظامی شرکر گزار ہے کہ انہوں نے اس کام کے لیے وقت اور کاوشیں صرف کیں اور اپنے ملتان دفتر کا بھی شکر گزار ہے کہ انہوں نے وفد کے علاقے کے دورے کا انتظام کیا۔ ہم تمام مسئولین کا بھی شکر یہ ادا کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے اپنا وقت نکال کر وفد کے اجلاسوں، مشاورت اور انٹریویز میں شرکت کی اور اپنے تجربات اور بصیرت ہمارے ساتھ سماجی کی۔

خواتین

مشن کو یہ جان کر گہری تشویش ہوئی کہ بلوچستان سے ملکت کوہ سلیمان کے سرحدی علاقے میں سرایکی قبائلی پٹی کی خواتین ابھی بھی وغی، کالا کامی اور سوارا جیسے نقصان دہ رسم و رواج کا شکار ہیں، حالانکہ یہ سب رواج غیر قانونی ہیں۔ ملتان سے تعلق رکھنے والے ایک صحافی نے مشن کو آگاہ کیا کہ قبائلی عوائد میں، مقامی انتظامیہ اور سیاسی رہنماؤں کے انتقام کے خوف سے، علاقے میں صنفی بنیاد پر ہونے والے تشدد کا نمایاں حصہ رپورٹ ہے، یعنی نہیں کیا جاتا۔ پنجاہیت کا نظام--- جو عموماً ”انتقامی عصمت دری“، جیسی سزا میں دینے کا بنیادی ذمہ دار ہے--- 2019ء میں سپریم کورٹ کی طرف سے غیر قانونی قرار دیے جانے کے باوجود کام کر رہا ہے۔



مشن کی اراکین حاجیانی اور سلیمانی عورت مارچ ملتان میں خواتین اور خواجہ سرا افراد کے حقوق کی کارکنوں کے ساتھ

مشن کو یہ اطلاعات بھی ملیں کہ کم عمری کی شادیوں کو، جو کہ سنجیدہ نوعیت کی تشویش کا باعث ہے، صنفی بنیادوں پر ہونے والے تشدد کی دوسری اشکال کی مانند رپورٹ نہیں کیا جاتا کیونکہ مقامی صحافی حضرات طاق تو مر مقامی ذمہ داران کے انتقام سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ ایک صحافی نے اس بات پر زور دیا کہ ایسے واقعات کے ذمہ داران موجودہ تو ان میں موجود رخنوں کے باعث پتے نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

مشن کی طرف سے خدشات کے اظہار کے جواب میں ڈی پی او ڈیر غازی خان نے اس بات کی تصدیق کی کہ موجودہ قوانین میں سنجیدہ نوعیت کی خامیاں موجود ہونے کا مطلب ہے کہ صنفی بنیادوں پر تشدد کا شانہ بننے والی مظلوم خواتین کو عموماً مناسب دارستی اور تحفظ فراہم نہیں ہو پاتا، ذمہ داران کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی شرح کم ہوتی ہے۔ تشویش ناک طور پر

انھوں نے نشان دہی کی، ایسی بہت سی خواتین اور لڑکیوں کو اگر مجسٹریٹ کے روپ و پیش کیا جائے تو وہ اپنے ہی رشتے داروں کے ہاتھوں نقصان کے خطرے سے دوچار ہو جاتی ہیں، مثال کے طور پر ایسے معاملات میں جہاں وہ اپنی رخصی کی شادی کر لیتی ہیں۔ تاہم، ڈی پی اوصاحب کا خیال تھا کہ قانونی و دیگر مقابلات، مثلاً خواتین کی پناہ گاہیں وغیرہ، بھی دستیاب تھیں۔

خواتین کے حقوق و راثت کا اطلاق جنوبی پنجاب میں شاز و نادر ہی ہوتا ہے۔ ایک مسئول ایونے شجاع آباد، ملتان میں ہونے والا ایک حالیہ معاملہ پیش کیا جس میں شہر کے انتقال کے بعد خاتون کو جائیداد میں سے اُس کا حصہ نہیں دیا گیا تھا۔ جام پور سے تعلق رکھنے والے ایک اور کارکن نے الزام لگایا کہ عموماً خواتین کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے جائز ہنی و راثت سے دستبردار ہو جائیں۔ انھوں نے بتایا کہ کچھ ایسے معاملات بھی ہیں کہ خواتین کو شادی ہی نہیں کرنے دی جاتی۔ کہ اس صورت میں خاندان کی جائیداد تقسیم کرنی پڑے گی۔

خواتین محنت کشوں کی صورت حال بھی کچھ بہتر نہیں ہے: ملتان میں کام کرنے والے ایک مزدور نے مشن کو آگاہ کیا کہ اینہوں کے بھٹوں پر کام کرنے والی خواتین بنیادی ترین سہولیات، مثلاً واش و مزد وغیرہ، تک بھی رسائی نہیں رکھتیں۔

خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والی ملتان کی ایک کارکن نے دعویٰ کیا کہ بہت سے ایسی خواتین جو سو شل سیکیورٹی اداکیگیوں کی حق دار ہیں وہ احساس پروگرام (سابقہ بنے نظیر انکم سپورٹ پروگرام) کے ساتھ رجسٹرڈ ہی نہیں ہیں، خاص طور پر مذہبی اقلیت سے تعلق رکھنے والی خواتین۔ انھوں نے بتایا کہ اکثر آجر انھیں یہ بہانہ بنا کر رجسٹرڈ نہیں ہونے دیتے کہ اگر انھیں سو شل سیکیورٹی سے رقم ملنے لگیں تو آجر ان کی طرف سے اُن کی محنت کے بد لے میں ملنے والی مراعات کم کر دی جائیں گی۔ انھوں نے یہ اضافہ بھی کیا کہ خواتین کی شرح خواندگی علاقے میں مردوں کی شرح خواندگی سے کہیں کم ہے، جب کہ سہولیات کی عدم دستیابی، جیسے خواتین کے لیے ملتان میں ہو ٹلز نہ ہونا، کام کرنے والی خواتین کے مسائل کو مزید بڑھادیتی ہیں۔

مشن کے لیے یہ اطلاع بھی خطرے کی گھنٹی ثابت ہوئی کہ جنوبی پنجاب کے قبائلی علاقے میں رہنے والی اکثر خواتین کم پیور اور ارزہ قومی شناختی کا رہ (سی این آئی سی) سے محروم ہیں، اس کے سبب یہ خواتین نہ صرف شہریت کے فوائد سے محروم ہیں بلکہ وہ انتخابات میں ووٹ بھی نہیں دے سکتیں۔

اس سارے علاقے میں، مجموعی طور پر، خواتین کے لیے انصاف کے حصول میں متعدد رکاوٹیں موجود ہیں۔ نقل و حرکت اور سماجی رواجوں کی قدغنی سے ہٹ کر، مسئولین نے الزام عائد کیا کہ پولیس کے پاس مناسب تربیت یا خواتین کی شکایات دور کرنے کے حوالے سے حساسیت کی کمی ہے۔ راجن پور سے تعلق رکھنے والی ایک کارکن نے بتایا کہ اکثر پولیس تھانوں میں خواتین پولیس افسران موجود ہی نہیں، اگرچہ یہ فرض کیا جاتا ہے کہ انھیں ایسے جرائم سے، جن میں خواتین متأثرین شامل ہوں، پہنچنے کے لیے خصوصی طور پر تھانوں میں تعینات کیا جائے گا۔

مشن نے خواتین اور مردوں کے مابین صحت کی سہولیات تک رسائی کے معاملے میں پائے جانے والے نمایاں تقاضوں کو بھی نوٹ کیا۔ مسٹر لین نے اکثر تھیصلیں ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں زچگی کی سہولیات نہ ہونے کی نشان دہی کی خاص طور پر یزمان، راجح پور اور چولستان کے علاقوں میں۔ جام پور سے تعلق رکھنے والے ایک صحافی نے دعویٰ کیا کہ خواتین کو یا تو گھنٹوں تک ہسپتال میں انتظار کرو دیا جاتا ہے یا ڈاکٹری معافی کے لیے انھیں رشوت دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کچھ معاملات میں، اس رکاوٹ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مریض یا تو طبی سہولیات سے محروم رہے یا طبی امداد کے حصول کے لیے مزید دور کا سفر کرنے پر مجبور ہو جائے۔



ائج آرسی پی کی چیئرمیں حجاجیلی ڈیرہ غازی خان بارکنسل کے اراکین کے ساتھ

ریاتی حکام کا عموماً خیال تھا کہ خواتین کی مجموعی صورتحال میں بہتری آئی تھی۔ ڈیرہ غازی خان میں کمائندہ بارڈر ملٹری پولیس (بی ایم پی)، محمد اکرم ملک نے دعویٰ کیا کہ تعلیم حاصل کرنے، پیشے اختیار کرنے اور بچوں کی تعلیم کی دیکھ بھال کرنے والی خواتین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تاہم، انھوں نے یہ اعتراف بھی کیا کہ جبڑی شادیاں اب بھی ایک سنجیدہ مسئلہ ہیں۔

مشن نے ڈیرہ غازی خان کے ڈپٹی کمشنر، حمزہ سالک سے بھی ملاقات کی، جنہوں نے وضاحت کی کہ چونکہ ضلع کی سرحدیں کھلی ہیں اس لیے صنفی بنیادوں پر تشدد کے ذمہ داران کے لیے فرار ہونا بہت آسان ہے، انھوں نے یہ اضافہ بھی کیا کہ بعض معاملات میں (بی ایم پی) کے اراکین بھی ایسی سازباڑ میں شامل ہوتے ہیں۔ تاہم، انھوں نے یہ دعویٰ

بھی کیا کہ خواتین کے خلاف جرائم اتنے عام نہیں جتنا تصور کیا جاتا ہے، اور یہ کہ خواتین کے لیے اب مقامی پولیس مظہنوں تک رسائی آسان ہوئی ہے اور بی ایم پی ایسے کیسر سے نپٹنے کے لیے زیادہ فعال ہوئی ہے کہ انہوں نے مقامی قبائل پر کچھ نہ کچھ اثر قائم کیا ہے۔ انہوں نے یہ دعوی بھی کیا کہ خواتین کو سارے علاقوں میں طبی مراکز تک رسائی حاصل ہے، بیشوف تو نہ کہ علاقے میں تاہم سماجی و سیاسی کارگنان اور انسانی حقوق کے حافظین سے ملتے والی رپورٹوں سے اس دعوے کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

خواجہ سر اشخاص

باقی سارے ملک کی مانند، جنوبی پنجاب میں رہنے والے خواجہ سر اشخاص کو بھی منظم صورت میں امتیاز اور تشدد کا سامنا کرنے پڑتا ہے، سماجی اور ادارہ جاتی دونوں سطحوں پر۔ بہت سے لوگ کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ سے محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ ان کے پاس بیدائشی طبقاتی چیزیں دستاویزات ہی موجود نہیں ہوتیں۔ نادرا (NADRA) کے بہت سے فاتر نے ابھی تک ریاست کی وہ پالیسی لاگو کرنی شروع نہیں کی جس کے تحت تیری صفت کو سرکاری طور پر تشکیم کیا جانے لگا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ خواجہ سر ابرادری کی سماجی تحفظ کے پروگراموں، مثلاً احساس پروگرام، تک رسائی ناقص رہ جاتی ہے۔ خواجہ سر اؤں کے تحفظ کے لیے سرگرم ایک کارکن نے دعویٰ کیا کہ ملтан میں ایک بھی خواجہ سر احساس پروگرام کے ساتھ رجسٹر نہیں ہے، تاہم اس دعوےٰ کی آزاد رائع سے تقدیم نہیں ہو سکی۔ ملтан سے تعلق رکھنے والے ایک اور کارکن نے مشن کو بتایا کہ بہت سے خواجہ سرا حضرات نے سماجی بہبود کے پروگرام کے لیے رجسٹریشن کا بائیکاٹ کر رکھا ہے کہ جب تک ان کی ساری برادری کو کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ نہ دیے جائیں گے وہ لوگ اس عمل میں شامل نہ ہوں گے۔

شہریت کے حقوق سے محرومی سے بھی زیادہ سنجیدہ امر خواجہ سرا برادری کے خلاف جاری تشدد کا مسلسل سلسلہ اور اسے معاملات سے مستقل صرف نظر کرنا ہے۔ ابھی آرسی پی کامن پولیس کی جانب سے ہر اسال کیے جانے اور تشدد، بشمل جنسی زیادتی، اپنی روزی روتی کمانے کے لیے عوامی اجتماعات میں پر فارغش دکھانے والے خواجہ سراوں کو نشانہ بنانے جیسے واقعات، کی مصدقہ روپورٹیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

مذہبی اقلیتیں

سرائیکی بیلٹ میں مذہبی اقلیتوں میں ہندو اور مسیحی برادریاں شامل ہیں اور اپاٹھر خاص طور پر یہ برادریاں جبکہ تبدیلی مذہب، اپنی زمینیوں پر زبردستی تھیں، انتہائی دلائیں بازوں کے گروہوں کی جانب سے دھمکیوں اور روزگار میں امتیازی سلوک کا سامنا کر رہی ہیں۔ بہاؤ پور سے انسانی حقوق کے ایک محافظ نے ان برادریوں کے خلاف ہونے والے امتیازی سلوک کو مذہبی امتیاز، قرار دیا جو یا تو ریاستی ملی بھگت یا تحفظ فراہم کرنے میں ریاستی غفلت کے سبب ان برادریوں پر نافذ ہے۔ اس مشاہدے کی تصدیق کرتے ہوئے ڈیرہ غازی خان سے تعزیر کرنے والے ایک اور کارکن نے احساس دلایا کہ علاقے میں مذہبی اقلیتوں کی صورت حال حالیہ برسوں میں بد سے بدتر ہوئی ہے۔

سول سو سائنسی کے جن لوگوں سے مشن کی بات چیت ہوئی انھوں نے دعویٰ کیا کہ مخصوص مدارس فتاویٰ (مذہبی احکامات) دے دے کر جری تبدیلی مذہب کے اس عمل کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مدارس پر یہ ازام بھی لگایا گیا کہ انھوں نے غیر قانونی طور پر ہندو خاندانوں کی زمینوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔۔۔ ریاستی حکام عموماً اس عمل کو بڑی حد تک نظر انداز کرتے ہیں اور بعض اوقات ایسے معاملات میں ساز باز کر کے منفی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ انتظامیہ شاہزادی مذہبی اقلیتوں کی زمینوں پر زبردستی قبضوں کے سنجیدہ نویعت کے الزامات کی تحقیق کرنے کی کھکھلہ اٹھاتی ہے: مثال کے طور پر 2020 میں رحیم یار خان کے نزدیک لیاقت پور میں ہندو گھر انوں کی پوری کالوںی مسلمانوں نے جلا کر راکھ کرڈاں اور یہ زیمن مدرسے کو دے دی گئی۔ یہ سب کرنے والوں کو کوئی سزا نہیں۔

لڑکیاں، دھنیں نہیں

مشن کی توجہ ایک ایسے کیس کی جانب دلائی گئی جس میں مبینہ طور پر بہاولپور سے تعلق رکھنے والے زمیندار نے اپنے ایک ہندو مزارع کی کم عمر لڑکی سے زبردستی شادی کر لی تھی۔ مقدمہ دائرہ ہونے کے بعد، لڑکی کو ہائی کورٹ میں پیش کیا گیا لیکن یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس لڑکی نے اپنی مرضی سے شادی کی تھی۔ لڑکی کے والدین کے وکیل نے عدالت سے استدعا کی کہ اُسے کچھ مالی تحفظ فراہم کیا جائے۔ عدالت نے حکم دیا کہ لڑکی کو چار ایکٹر زمین دی جائے۔ زمیندار نے زیمن دینے کی بجائے لڑکی کو طلاق دے دی۔

انیج آرسی پی کی ٹیکم کو ان شکایات پر گھری تشویش ہوئی جن میں بہت سے مسئولین نے یکساں قومی نصاب کے نفاذ پر تحریکات کا اظہار کیا، اس نصاب کے تحت ہندو اور مسیحی گھر انوں کو محجور کیا گیا ہے کہ وہ متعدد مضامین میں اسلامی مواد پڑھیں۔ بہت سے واقعات میں، سکول ان کو اسلامیات کی جماعت سے مستثنی بھی نہیں کرتے، نہ ہی انہیں بطور تبادل مضمون اخلاقیات پڑھنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ مشن کو آگاہ کیا گیا کہ خاص طور پر یہ مسئلہ بہاولپور کے علاقے یزمان میں زیادہ شدید ہے۔ ایک لکھنؤں میں برتے جانے والا مسلکی امتیاز مذہبی اقلیت سے تعلق رکھنے والے بچوں کی سکول چھوڑنے کی بلند شرح کا باعث بن رہا ہے۔

مذہبی اقلیتوں میں پائی جانے والی بے روزگاری کی بلند شرح، ملک کے دوسرے حصوں کی طرح، جنوبی پنجاب میں بھی عقیدے کی بنیاد پر برتبے جانے والے امتیاز کی علامت ہے۔ یزمان کی رہائش، سویا ظفر، نے مشن کو بتایا کہ مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے تعلیم یافتہ، پیشہ ذرے بے روزگاروں کو بھی نمایاں امتیاز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بہت سی پڑھیں لکھی خواتین اور لڑکیوں کو کم تجوہ پر گھریلو کام کا حج کرنے پر محجور ہونا پڑتا ہے۔

مشن نے یزمان میں جن متعدد مسٹولین کے ائڑو یو کیے انہوں نے شکایت کی کہ حکومتی ملازمتوں میں مذہبی اقلیتوں کے لیے مخصوص کوشش شاذ ہی لا گو کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر ملازمت دینی پڑھی جائے تو اکثر مسیحی و ہندوؤں کو گردی چارکی کتر نوکریوں تک ہی محدود رکھا جاتا ہے۔ ایک مسٹول الیہ نے مشن کی توجہ سینی ٹیشن ورکروں کی ایک نوکری کے اشتہار کی جانب مبذول کرائی جس میں صراحت کی گئی تھی کہ صرف غیر مسلم ہی درخواست دے سکتے ہیں؛



مشن نے یزمان میں مقامی ہندو برادری کے نمائندوں سے ملاقات کی

مذہبی اقلیتوں کی زمینوں پر غیر قانونی اور جری قبضے کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ بارے میں حکام کوئی قدم اٹھانے پر تیار نہیں دکھائی دیتے۔ بہت سے ہندو اور مسیحی مسٹولین نے ایسے واقعات کی نشان دہی کی جن میں لوگوں کو اُن کی زمینوں سے نکالنے کے لیے دمکلی دی گئی کہ اُن پر توہین رسالت کا الزام عائد کر دیا جائے گا، اس کے علاوہ ہر انسانی اور دھمکانے کے دیگر ذرائع بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ مُھٹوی، چولستان کے رہائشوں نے دعویٰ کیا کہ چک 98 کی ہندو برادری کو حکومت نے 2012ء میں زمین الاث کی تھی۔ بہت سے لوگوں نے تو الٹمنٹ فیس بھی جمع کر دی تھی۔ تاہم، 2018ء میں حکومت نے حکم منسوخ کر دیا اور اُن کی بجائے ایک مقامی مسلمانوں کو یہ زمین الاث کر دی گئی۔

مشن کے سامنے ایسے واقعات بھی لائے گئے جن میں ہندو اور سُجی قبرستانوں پر یا تو قبضہ کر لیا گیا یا آس پاس کی زمین پر مقامی مسلمانوں نے ناجائز قبضہ کر کے اُن قبرستانوں تک رسائی کا راستہ ہی بندر کر دیا۔ ایک رہائشی نے بتایا کہ ایسے مسائل میں وہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ احمد پور کی رہائشی ایک ہندو خاتون کا جب انتقال ہوا تو مقامی مولویوں نے اس کے گھر والوں کو اُسے مقامی قبرستان میں پر دخاک کرنے سے روک دیا۔ یہ مان کے ایک اور ہندو رہائشی نے الزام عائد کیا کہ چک D-89 میں برادری کے قبرستان کی مقامی مسلمانوں نے بے ہُرمتی کی تھی۔

سنگین متأخر

مشن کے سامنے پدما رام، یہ مان کے ایک رہائشی، کا کیس رکھا گیا۔ جب اُس کی زمین پر مقامی زمیندار نے قبضہ کر لیا تو اُس نے اس پر احتجاج کیا، اس پر اُسے سنگین متأخر کی دھنکیاں دی گئیں۔ چند روز کے بعد، اُس پر قرآن مجید کی بے ہُرمتی کا الزام لگا اور پولیس رپورٹ میں اُسے مبینہ طور پر پاکستان پیش کوڈ کی شق-B 295 کا ملزم ٹھیکرا گیا۔ پدما رام بعد ازاں حفانت پر رہا ہو گیا، لیکن اب وہ بے گھر ہے اور اُسے اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

مزید برآں، تمام نہ ہی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے مسوئلین نے شکایت کی کہ نمائندگی کے حق میں بھی اُن کے ساتھ انہا درجے کا امتیاز برنا جاتا ہے، انہوں نے مطالبہ کیا کہ مخصوص نشستوں پر جماعتوں کی طرف سے نامزد کردہ نمائندگان---جو سیاسی حوالے سے اُن کی نمائندگی نہیں کرتے--- کی بجائے اُنھیں مرضی سے امیدوار چنے کا حق دیا جائے۔

ماحول اور صحت

مسوئلین نے جن تحفظات کا انطباق کیا اُن میں نمایاں معاملہ علاقے میں پینے کے پانی کے ذخائر میں ہونے والی کمی اور اس سے جڑے صحت کے مسائل شامل تھے۔ بہاؤ پور سے تعلق رکھنے والے ایک صحافی نے وضاحت کی کہ وہاں اب پانی کی سطح 200 فٹ گہرائی تک گرچکی ہے، جب کہ علاقے کا واحد دریا (دریائے تلنگ) طویل عرصے سے خشک پڑا ہے، یوں زیر میں پانی کی سطح گرنے میں اس کا کردار بھی ہے۔ انہوں نے یہ اضافہ بھی کیا کہ بہاؤ پور میں زیر میں پانی کی سطح کھادوں کے بے دریغ استعمال کے باعث آلوہ ہو چکی ہے۔ کپاس کی پیداوار کے لیے ہیکتوں میں استعمال کیے جانے والے کثیرے مارپرے میں آرسینک (زصر) کا استعمال بھی ماحولیاتی اثرات کے حوالے سے تشویش کے طور پر شناخت کیا گیا۔ مشن کو آگاہ کیا گیا کہ اگرچہ حکومت نے 32 واٹ فلٹریشن پلانٹ نصب کیے ہیں تاہم یہ پورے علاقے کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ناقابلی ہیں، خاص طور پر جب کہ ان میں سے اکثر پلانٹ فعال بھی نہیں ہیں۔

جام پور کے سول سو سائیٹ کے کارکنان نے مشن کو بتایا کہ قبائلی علاقہ² --- خاص طور پر بچات، دخیل اور آس پاس کے علاقوں --- پینے کے پانی تک بالکل نہیں یا بہت کم رسائی رکھتا ہے: حتیٰ کی ایسے رہائشی علاقوں میں جہاں کے مکینوں کو انہی تالابوں میں سے پانی حاصل کرنا پڑتا ہے جہاں سے ان کے جانور پانی پیتے ہیں۔ ذمہ داران نے اس بات کی نشان دہی بھی کی کہ علاقے میں آلوہہ ہوا کی بلند سطح بھی صحت کے مسائل کا با باعت بن رہی ہے۔

صحت کی سہولیات کی کمی کو بھی ایک سنگین تشویش قرار دیا گیا۔ مشن کو بتایا گیا کہ جام پور کے ڈائیلائرس سنتر میں صرف تین ڈائیلائرس مشینیں ہیں، جو علاقوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بہت ناکافی ہیں۔ ہسپتال کی روپورٹ کے مطابق، سات سے دس مریض ہر روز ڈائیلائرس کے لیے ہسپتال آتے ہیں۔ خواتین کو خصوصی طور پر مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ سارے جنوبی بخاپ میں ناکافی اور ناقص عملی اور زچگی کے لیے دکار سہولیات کی شدید کمی کا مسئلہ ہے۔ مسؤولین نے دعویٰ کیا کہ ان کمیوں کی وجہ سے دورانِ حمل ہونے والی اموات کی شرح بلند ہے۔ جام پور میں خواتین کو صحت کی سہولیات کے لیے ہسپتال کے رشتہ خور عملی سے معاملہ کرنا پڑتا ہے۔ مسؤولین نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ بہت سے طیٰ مرکز تورات 9 بجے کے بعد زچگی کے مریضوں کو دیکھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسی اطلاعات بھی سامنے آئیں کہ معاشی و سماجی درجہ بندی کی بنیاد پر بھی انتیاز روا رکھا جاتا ہے۔۔۔ یہ میں مسؤولین نے الزام عائد کیا کہ ہسپتال کے عملے نے مبینہ طور پر ایسی خواتین کو منع ادا کر کر دیا جنہوں نے روایتی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔

تعلیم

بہت سے علاقوں میں، بظاہر انفراسٹرکچر کی کمی ان علاقوں میں شرح خواندگی کی کم سطح کا با باعت دکھائی دیتی ہے۔ سکول رہائشی علاقوں سے بہت دوری پر واقع ہیں، خاص طور پر جنوبی بخاپ کے قبائلی علاقوں میں اور یہ زمان جیسے دیہات میں، جہاں طبا اور اساتذہ کے لیے سکول تک آنا جانا ایک دروس سے کم نہیں۔ مشن کو بتایا گیا کہ جام پور میں لڑکیوں کے لیے صرف دو ہائی سکول ہیں، اور قریبی اضلاع میں ہوٹل کی کوئی ایسی سہولیات دستیاب نہیں ہیں کہ وہ وہاں موجود سکولوں تک رسائی حاصل کر پائیں۔ ایک مسؤول ایسے نے بخاپ ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کے ڈیٹا سے کے حوالے سے بتایا کہ ضلع راجن پور میں، لڑکیوں میں سکول داخلی کی شرح صرف 38 فیصد ہے جبکہ لڑکوں میں یہ شرح 62 فیصد ہے۔ غربت کی سطحوں کے سب سکول چھوڑ دینے والوں کی شرح بھی بلند ہے: ایک بھٹے مزدور نے، جس سے مشن نے ملتان میں بات چیت کی، بتایا کہ کوئی 19 وبا کے بعد، بہت سے بچہ سکول چھوڑنے پر مجبور ہو گئے کیونکہ ان کی معاشی حالت اس قدر پتی تھی کہ وہ ٹیوشن فیس دینے سے قاصر تھے۔

² ڈیرہ غازی خان کے علاقوے میں چودہ قبائل آباد ہیں، یہ سب کے سب قبیلے اپنی زمین کے مالک ہیں۔ ایک جدا گانہ نورس، بارڈ ملٹری پلیس، اس پڑی میں امن و امان قائم رکھنے کی ذمہ دار ہے۔ بخاپ کا قبائلی علاقوہ حکومت بخاپ کے ادارہ کار میں آتا ہے۔

چولستان سے تعلق رکھنے والی ایک مسٹر ایلیہ، عمرانہ کوثر، نے مشن کو بتایا کہ جنوبی پنجاب میں تعلیم کا معیار تدریسی عملے کے برے معیار کے باعث کمتر ہے۔ انھوں نے وضاحت کی کہ اساتذہ کی تعیناتی بیشہ ہی میراث پر نہیں کی جاتی اور اکثر انھیں اُن کے آبائی علاقوں کی بجائے دور دراز علاقوں میں تعینات کیا جاتا ہے۔ راجن پور سے تعلق رکھنے والے صحافی، امین انور نے مشن کو بتایا کہ ہزارہا سکول چلانے کی ذمہ داری 2016ء میں ایک غیر حکومتی تنظیم، PEMA کو سونپ دی گئی، اس کی وجہ سے علاقے کے سرکاری سکولوں میں اساتذہ کی قلت پیدا ہو گئی۔



انج آری پی مشن کے ارکین کی مatan میں انسانی حقوق کے مسائل پر منعقد کیے گئے سینما میں شرکت کی

مشن نے علاقے میں پائے جانے والے تعلیمی بھرمان کے متعلق ڈیرہ غازی خان میں، بی ایم پی کے کمائڈنٹ، محمد اکرم ملک سے بات کی۔ انھوں نے بتایا کہ ضلع کی سطح پر پر اسرمی اور سکینڈری سطح کے 360 سرکاری سکولوں میں 1900-960 اساتذہ ہیں۔ تاہم، چونکہ اساتذہ کی اکثریت یا تو ڈیرہ غازی خان یا تونسہ میں رہائش پذیر ہے تو ان کے لیے قابلی علاقوں کے سکولوں میں پہنچنا مشکل کام ہوتا ہے۔

اعلیٰ تعلیمی سطح پر موجود طالب علموں کو نہ کروہ بالا مسائل کے علاوہ اظہار، اجتماع اور انجمن جیسے حقوق پر باندھیوں کے مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ مatan میں بہت سے طلبہ نے ایسے واقعات کا حالہ دیا ہے میں بہاء الدین ذکریا یونیورسٹی (بی زیڈ یو) کی انتظامیہ نے پانچ طلبہ جلوسوں میں شرکت پر اُن کے خلاف تعریری کارروائیاں کیں۔ ایک طلبہ نے شکایت کی کہ اُسے عورت مارچ میں شرکت کی صورت میں ہر انسانی اور تعریری کارروائی کیے جانے کی دھمکیاں دی گئیں۔ ایک ڈپلزی کمیٹی کے سامنے پیش ہونے پر اُسے بتایا گیا کہ اگر وہ اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتی ہے تو اس مارچ میں شرکت نہ کرے خواتین طلبہ نے یا لڑام بھی عائد کیا کہ بی زیڈ یو میں حصی ہر انسانی ایک سنبھیہ تشویش کی شکل اختیار کر چکی ہے اور یہ کہ طلبہ کو اس حوالے سے کیمپس میں بنائی جانے والی ہر اسٹٹ کمیٹیوں کے متعلق معلومات نہ ہونے کے مساوی ہیں۔ بی زیڈ یو میں قانون کے طلبہ نے دعویٰ کیا کہ انھیں اس لیے امتحان میں نہیں بیٹھنے دیا گیا کیونکہ الحاقی کا لجوں نے داخلوں کی اپنی حد سے زیادہ داخل کر لیے تھے۔

راجن پور کے ایک طالب علم نے مشن کو بتایا کہ ڈیرہ غازی خان میں صرف ایک سرکاری یونیورسٹی ہے، جو اکثر طالب علموں کی ضرورت پوری کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یہ بات اس تناقض میں تھی کہ بہت سے نوجوان طالب علموں کو اعلیٰ سطحی تعلیم حاصل کرنے کے لیے نقل مکانی کرنا پڑی تھی۔ مشن نے یہ بات بھی نوٹ کی کہ نوجوان خواتین کی نقل و حرکت پر پابندی کا مطلب یہ ہے کہ علاقے کے رجعت پسندانہ لپکھر اور زد کی علاقوں میں تعلیمی ادارے نہ ہونے کی وجہ سے انھیں شاہزادی اعلیٰ تعلیم کے حصول کا موقع ملتا ہے۔

محنت کش

انہیوں کے بھٹوں پر کام کرنے والے اور پاور لوگز کے مزدوروں کی حالت حالیہ برسوں میں بظاہر بد سے بدتر ہوئی ہے۔ ملتان سے تعلق رکھنے والے بھٹے مزدوروں کے ایک نمائندے نے مشن کو بتایا کہ بھٹے مزدوروں کے حقوق کے لیے سرگرم متعدد تنظیموں پر حکومت نے پابندی عائد کر دی تھی، اور اس پابندی نے مزدوروں کے حق میں ہم چلانے، اجرت میں اضافے اور کام کرنے کے بہتر ماحول کے لیے آواز اٹھانے کے عمل کو مشکل تر بنادیا تھا۔ ایک بھٹے مزدور نےوضاحت کی کہ ڈسٹرکٹ ویچیلنس کمیٹیاں، جنہیں قانون کے مطابق کام کے ماحول کا جائزہ لینا ہوتا ہے، غیرفعال پڑی ہیں۔ تھا کہ اگر کبھی ان کا کوئی اجلاس منعقد ہو بھی جائے تو بھی مزدوروں کی ان کمیٹیوں تک رسائی بہت محدود ہوتی ہے اور مزدوروں کی شکایات پر آنے والا رو عمل بہت ست روی کا شکار رہتا ہے۔

بھٹے مزدوروں کی جانب سے جو مسائل بیان گئے ان میں پینے کے صاف پانی اور بیمار اور رخی ہو جانے والے مزدوروں کو فوری طبی امداد مہیا کرنے کے لیے ڈسپنسر یوں کی عدم دستیابی جیسے معاملات شامل تھے۔ بہت سے مزدوروں نے یہ شکایت بھی کہ وہ لوگ کمپیویٹر اور ڈی کومنیشن اسٹیشن کا رڑھ حاصل نہیں کر پاتے کیونکہ ان کے پاس پیدائشی شفعتی جیسی دستاویزات موجود نہیں ہیں جب کہ نادارا کے پاس ایسے کوئی متبادل منصوبے یا پالیسیاں نہیں ہیں جو اس طرح کے درخواست دہنگان کے مسئلے کو حل کریں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسے مزدور خود کو سماجی تحفظ کے پروگراموں مثلاً احساس پر گرام وغیرہ میں رجسٹر نہیں کر سکتے۔

مشن نے پاور لوگز سیکٹر میں کام کرنے والے مزدوروں سے بھی بات چیت کی جنہوں نے الزام عائد کیا کہ فیکٹری مالکان دھمکی دیتے ہیں کہ اگر کسی بھی مزدور نے یونین سازی کی کوشش کی تو اُسے نوکری سے نکال دیا جائے گا۔ مبینہ طور پر جنوبی پنجاب میں اس سیکٹر میں کام کرنے والے تقریباً تین لاکھ مزدور سو شل کمیورٹی تک رسائی سے محروم ہیں، اس محرومی میں کام کی جگہ پر رخی ہونے یا حادثاتی موت کی صورت میں ملنے والے فوائد بھی شامل ہیں۔

کسان

جن کسانوں سے مشن نے بات چیت کی انھوں نے کئی کلیدی تفہیمات کا اظہار کیا، جن میں کھادوں کی قیمت میں ہونے والا بے انہا اضافہ بھی شامل تھا، اس اضافے نے چھوٹے کسانوں کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ اس کے علاوہ، خاص طور پر، جام پور اور چولستان کے علاقوں میں پانی کی شدیدی کی جیسے بڑے مسائل تھے۔ جام پور سے تعلق رکھنے والے ایک کسان نے شکایت کی کہ حکومت نے کھاد کی قلت پر قابو پانے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا، اس کے نتیجے میں کسانوں کو قلیل مقدار میں دستیاب کھاد کے لیے طویل ظاروں میں لگنا پڑا۔ راجن پور کے ایک اور کسان نے الزام عائد کیا کہ بڑے کاروباری اشخاص نے کھاد دخیرہ کر لی اور بڑے منافع کے عوض چھوٹے ڈکانداروں کو فروخت کی جھوٹ نے یہ کھاد انتہائی مہنگے داموں کسانوں کو پیچی۔ انھوں نے مزید بتایا کہ کسان جو فصل پیدا کرتے ہیں اُس کی قیمت کے تعین میں ان کا کوئی کردار نہیں ہے۔

امن و امان

بہت سے مسئولین کی طرف سے بیان کردہ اس بات سے مشن تشویش میں بدلنا ہوا کہ جنوبی پنجاب میں ۔۔۔ جو حقوق کی خلاف ورزیوں کا مرکز ہے ۔۔۔ مؤثر انتظامی کششوں کا فقدان پاپا جاتا ہے۔ مatan سے تعلق رکھنے والے ایک صحافی نے مشن کو بتایا کہ کچھ علاقوں میں، مثلاً راجن پور، پولیس تھانے شہری حدود سے 25 کلومیٹر کی دوری پر ہیں، اس کی وجہ سے لوگوں کے لیے پولیس رپورٹ درج کرنا بہت مشکل ہے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ سائبہ کرامم و مگ میں صرف ایک ہی افسر تعینات ہے، لہذا اس کے لیے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ علاقے بھر سے موصول ہونے والی شکایات کے انبار سے نپٹ سکے۔ ڈیرہ غازی خان سے تعلق رکھنے والے انسانی حقوق کے ایک محافظ نے دعویٰ کیا کہ پولیس نے پشاوریوں کا کام سنبھالنے کی کوشش کی اور پولیس تھانوں میں زمین سے متعلق مسائل حل کرنے کے لیے کوشش رہتی ہے۔



مشن کی مatan میں پولیس کا نفرنس

جام پور سے تعلق رکھنے والے کسانوں کے حقوق کی ایک کارکن نے مشن کو بتایا کہ اسے 28 جھوٹی ایف آئی آروں میں نامزد کیا گیا تھا، جب کہ اس کا ایک رشتہ دار اس وقت جھوٹی اذمات کے تحت جیل میں ہے۔ مشن نے نوٹ کیا کہ یہ مخالفانہ نقطہ نظر کو دبانے کا ایک عام حرپ تھا۔ مثال کے طور پر ایک اور کیس میں احتجاج کرنے والے کسانوں کو غیر قانونی طور پر حرastت میں رکھا گیا اور، جب عدالت نے انھیں بازیاب کرنے کے لیے بیلف مقرر کیا تو ان پر جھوٹی ایف آئی آر کاٹ دی گئیں تاکہ جسیں بے جا کی درخواستوں سے بچا جاسکے۔

بہت سے کارکنان نے سرائیکی میلٹ کے قبائلی علاقے میں بارڈ ملٹری پولیس کے حوالے سے اپنے تجھظات بیان کیے، خاص طور پر ان کی صلاحیت---اور نیت---کہ وہ غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم اور خواتین کی خرید فروخت جیسے جرائم کے مجرموں کے خلاف کارروائی کریں۔ انج آرسی پی کے مشن کے ساتھ ایک ملاقات میں ڈیرہ غازی خان بار ایسوی ایشن کے صدر نے ازام عائد کیا کہ بی ایم پی میں بھرتیاں میرٹ پر نہیں کی جاتیں، جب کہ ایک اور کارکن نے دعویٰ کیا کہ بی ایم پی کے شیش جا گیر دار چلاتے ہیں۔ انھوں نے مزید بتایا کہ اگر کوئی بھی آواز بلند کرنے کی جرأت کرتا ہے تو انھیں انتقامی کارروائی کی دھمکی دے کر خاموش کر دیا جاتا ہے۔

مشن نے بی ایم پی کے کمائڈنٹ سے بھی ملاقات کی جھنوں نے اعتراض کیا کہ بچا یتیں، اگرچہ غیر قانونی قرار دی جا چکی ہیں، اب بھی بی ایم پی کی سرپرستی میں کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ حکومت بی ایم پی کو مرکزی دھارے میں لانے کے لیے کوشش ہے: اس (فوس) کے عدالتی اختیارات پر قدغن لگادی گئی ہے اور مقدمات اب سول عدالتوں میں چلائے جاتے ہیں۔ تاہم انھوں نے دعویٰ کیا کہ خواتین کے خلاف جرائم پر بی ایم پی فوری کارروائی کرتی ہے۔

غیر مرئی / مخفی برادریاں: چولستان کی کیس سٹڈی

چولستان ملک کے پسمندہ ترین علاقوں میں سے ایک ہے اور انج آرسی پی کے مشن کو خاص طور پر یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ بہاں کے بسیروں کے معاشی، سماجی اور سیاسی حقوق کا جائزہ لے اور تعین کرے کہ وہ کس حد تک ان حقوق کا استعمال کر سکتے ہیں۔ اس علاقے کے لوگوں کے ساتھ ڈیرہ غازی خان اور بہاولپور میں ملاقاتوں کے علاوہ مشن نے مُھُری کا دورہ بھی کیا۔ یہ صحرائے چولستان کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ تاکہ وہاں انسانی حقوق کی صورت حال کا جائزہ لیا جاسکے۔ ٹیم نے مقامی برادریوں کے جن سرکردہ لوگوں سے ملاقاتیں کیں، ان میں مذہبی اقلیتوں کے رہنماء، عورتیں، شعبہ تعلیم سے وابستہ اشخاص، طلباء، سیاسی کارکنان، انسانی حقوق کے مجاہظین کے علاوہ مقامی حکام بھی شامل تھے۔

چولستان کا علاقہ

چولستان جنوبی پنجاب کے تین اضلاع---بہاولپور، بہاولنگر اور رحیم یار خان کے مابین تقریباً 6.6 ملین ایکٹر پر پھیلا ہوا علاقہ ہے۔ قریب ترین بڑا شہر بہاولپور ہے۔ صحراء تقریباً 480 کلومیٹر پر محیط ہے جس کی وسعت 32 سے 192 کلومیٹر تک ہے۔ موجودہ آبادی کا اندازہ تقریباً 2.5 ملین کا ہے۔ ہندوں کا علاقہ کی سب سے بڑی مذہبی اقلیت ہیں جن کی آبادی کا اندازہ 25,000 سے 30,000 تک ہے۔ مقامی چولستانی انھیں سمجھا جاتا ہے جن کی پیدائش یہاں کی ہو اور جو یا تو خود ٹوبوں، یعنی تالابوں کے مالک ہوں (یا ماکان کی اولاد ہوں)۔

زمین کی الامتنیں

چولستان میں ایک عمومی تشویش زمین کی الامتنی اور اس کے استعمال³ کے حوالے سے پائی جاتی ہے، خاص طور پر ان اطلاعات کے حوالے سے کہ زمین کے بڑے قطعات غیر مقامیوں کو الٹ کیے جا رہے ہیں اور یہ کہ مقامیوں کو کی جانے والی الٹ منٹ میں من مانے طریقے سے تاخیر کی جاتی ہے یا زمین پر جبراً بقضہ کر لیا جاتا ہے۔

مٹھڑی سے تعلق رکھنے والے ایک مقامی کارکن نے مشن کو آگاہ کیا کہ چولستان ڈولپمنٹ اخواری، جو ایک آزاد اخواری ہے، اس وقت ڈسٹرکٹ کمشٹ اور سول انتظامیہ کے تحت آچکی ہے۔ اس اخواری کی سربراہی میئنگک ڈائریکٹر کرتا ہے۔ یہ ایک اعزازی عہدہ ہے اور عموماً اس پر یار ڈوفجی افسران تعینات ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس بات کی نشان دہی کی کہ اس دفتر کے حوالے سے اختیارات کے بارے میں پایا جانے والا ابہام علاقے میں کسی بھی ترقیاتی سکیم کو نافذ کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

مقامی کارکنان کے ساتھ ہونے والی بات چیت کی بنیاد پر ٹیم نے یہ بات نوٹس کی کہ یہاں غیر قانونی الامتنی کے واقعات ہو رہے تھے۔ ایک کارکن نے بتایا کہ حتیٰ کہ ساٹھ سال گزر جانے کے بعد بھی ابھی زمین اُن درخواست دہندگان کو الٹ نہیں کی گئی جنہوں نے 1959 کی سکیم کے تحت درخواستیں داخل کی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سامنے آئی کہ 1959 کی الامتنیوں کا ریکارڈ، گم، گیا اور جعلی الامتنیں من مانے طریقے سے شامل کی جا رہی

³ زمینوں کی الامتنی سکیمیں بنا اور ان کا نفاذ چولستان ڈولپمنٹ اخواری کی سمداری ہے، اخواری کا مرکزی دفتر بہاولپور میں واقع ہے۔ یہ اگاہ اسکیم کے تحت مقامی چولستانیوں کو زمین الامتنی کا پہلا پروگرام 1959 میں شروع کیا گیا تھا۔ الامتنی کی شرائط میں ترقی کی ادائیگی (یہ ڈھونڈنگروں پر عائد ایک ٹکنیک ہے)، ووٹر کے طور پر مقامی علاقے میں رجسٹر ہونا اور کمپیوٹرائزڈ قوی شاخی تکارو کا ہونا۔ ان شرائط کے تحت الامتنی کے عمل سے علاقے سے باہر بیٹے والے لوگوں کو نکال دیا گی تھا۔ ترقی ٹکنیک 1973 میں ذوالقتار علی چھٹوی حکومت نے ختم کر دیا تھا، لیکن 1991ء میں اسے دوبارہ عائد کر دیا گیا۔ یہ ٹکنیک جنگلات کو ادا کیا جاتا ہے۔

تحصیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ آج کے دن تک تو اس ریکارڈ میں درستگی نہیں کی گئی تھی۔ مقامی رہائشیوں نے الزام عائد کیا کہ 1978ء میں زمین غیر چولستانیوں کو والاث کی گئی اور جعلی شاختی کا رد استعمال کر کے ایسی غیر قانونی الاممتوں کو جواز مہیا کیا گیا۔ یہ چیز مقامی چولستانیوں کو زمین مہیا کرنے کی بیان کردہ پالیسی کی صریح خلاف ورزی تھی۔



مٹھڑی گاؤں کے میلین ایچ آر سی پی مشن سے بات کرتے ہوئے

ایچ آر سی پی نے مٹھڑی میں جن کارکنان سے بات کی اُن کے مطابق زمین کی الامنٹ کے لیے تقریباً 54,000 کے قریب درخواستیں 2013ء میں جمع کرائی گئیں، جن میں سے 22,000 کے قریب درخواستیں منظوری کی گئیں۔ تا ہم 2018ء میں پاکستان تحریک انصاف کی حکومت کے اقتدار میں آنے کے بعد اُس نے ان الاممتوں کو ”بوگس“، قرار دے کر منسوخ کر دیا، اگرچہ مشن نے جن کارکنان سے بات کی انہوں نے بتایا کہ ان منظور شدہ درخواستوں کا کچھ تھوڑا سا حصہ بوگس کہا جا سکتا تھا۔ درخواستوں کا ایک اور چکر 2018ء میں شروع ہوا اور تقریباً 64,000 کے قریب درخواستیں جمع ہوئیں۔ چار برس کے بعد بھی یہ درخواستیں التاویں پڑی ہوئی ہیں۔ مسؤولین نے بتایا کہ وہ رہائشی جھنوں نے درخواست دینے کے لیے انتہاری سے رابط کیا اُنہیں بتایا گیا کہ ان کی کاغذی کارروائی ناکمل اور نفاذ کی حامل تھی۔ مبینہ طور پر یہ درخواست گزاروں سے رشوت خوری کا ایک حرث تھا۔ ایک مقامی چولستانی نے دعویٰ کیا کہ ”لوگوں کے لیے مسائل پیدا کرنے کے لیے الامنٹ کی کوئی پورہ بار کے قریب تصدیق کی جاتی ہے۔“

مشن نے نوٹ کیا کہ چولستان ڈپلیمنٹ اتحاری نے باہر کے لوگوں کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اس علاقے میں زمین خرید سکتے ہیں، اگرچہ قانون کے مطابق، چولستانی رہائشی اپنی الٹ ہدہ زمین صرف دوسرے چولستانیوں کو ہی فروخت کر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ سے علاقے سے باہر کے لوگ چولستان میں بڑے پیمانے پر زمین کے مالک بن رہے ہیں۔ اس سب کچھ پر مترزا، مسوئیں کے دعوے کے مطابق، صورتحال اتنی گھبیرہ ہے کہ جو مقامی چولستانی زمینوں کے مالک ہیں وہ بھی اپنی زمینیں بیچنے پر مجبور ہو رہے ہیں کیونکہ کاشت کاری کے لیے درکار مناسب پانی تک بھی ان کی رسائی نہیں ہے۔

واگزاری زمین

ایک رہائشی جس کے ساتھ مشن نے مہڑی میں بات کی، اُس نے الزام عائد کیا کہ سکرٹنی کا عمل (زمین کی الٹمنٹ کی درخواستوں کے لیے) ایک حیلہ ہے اور یہ کہ اس حوالے سے فیصلہ سازی کا سارا عمل گاؤں کا بڑا ہی کرتا ہے۔ اگر وہ فیصلہ کر لے کہ کوئی درخواست گزار چولستان کا نہیں ہے، تو ایسا شخص اپنی زمین سے محروم ہو سکتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس عمل کا انحصار درخواست گزار کی اس صلاحیت پر ہے کہ وہ متعلقہ حکام کو تی رشوت دے سکتا ہے۔

رہائشوں نے خاص طور پر ایک نہایت پریشان کن الزام یہ عائد کیا کہ تقریباً 1400,000 ایکڑ کے قریب زمین فوج کے حوالے کر دی گئی تھی، جس کا کوئی عوامی ریکارڈ دستیاب نہ تھا۔ مشن نے فوج کی طرف سے غیر قانونی طور پر زمین پر قبضوں کے اڑامات بھی سنے، یہ زمینیں یا تو سی ڈی اے نے انہیں الٹ کی تھیں یا انھیں پہلے نو گواریا، قرار دینے کے بعد ان پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ ایک مسئول ایہ نے دعویٰ کیا کہ موجود گڑھنائی گاؤں میں، فوجوں نے ان لوگوں پر گولی چلا دی جنہوں نے غیر قانونی طور پر قبضہ کر دہ زمین میں اپنے مویشی چرانے کی کوشش کی تھی۔ مقامیوں کی زمینوں پر ایسے غیر قانونی بقشہ اور انھیں دھمکانے اور ہراساں کیے جانے کی وجہ سے مقامیوں کے لیے اپنے مویشوں کو چرانے کے لیے چاگا ہوں کاربکم ہو چکا ہے۔

ایک اور مسئول ایہ نے الزام عائد کیا کہ ہزاروں ایکڑ زمین مکمل جنگلی حیات کو الٹ کر دیا گیا تھا، اگرچہ الٹ کر دہ زمین جنگلی حیات کو محفوظ رکھنے کے لیے کسی طور بھی کار آمد نہ تھی۔ رہائشوں نے اصرار کیا کہ ایسی الٹمنٹوں کا کوئی جواز نہ تھا اور انہیں منسوخ کر کے اس عمل کو روکا جانا چاہیے۔

تاہم، چولستان ڈپلیمنٹ اتحاری کے میجنگ ڈائریکٹر نے دعویٰ کیا کہ صرف 174,000 ایکڑ زمین فوج کو الٹ کی گئی تھی اور یہ کہ یہ الٹمنٹ شہداء سروں روز کے آری شہروں کے تحت الٹ کی گئی تھی، انہوں نے یہ اضافہ بھی کیا کہ اتحاری نے صرف زمین حوالے کی تھی اور یہ کسے الٹ کی جائے گی اس کا فیصلہ کرنے میں اس کا کوئی کردار نہیں تھا۔ انہوں نے ان مقامی اطلاعات کی تصدیق بھی کی کہ مکمل جنگلی حیات اور دفترِ خارجہ کی سفارشات پر چولستان میں زمین غیر ملکیوں کو بھی الٹ کی گئی تھی، ہزاروں ایکڑ زمین چینی شہریوں کو ٹھہر کاری اور ابوظہبی کے امارتی شہریوں کو شکار کے مقصد سے الٹ کی گئی تھی۔

ایق آرسی پی کے مشن نے چولستان ڈولپمنٹ اتھارٹی کے مینگ اتھارٹی سے ملاقات کی کہ ان کے ساتھ ان تحفظات کی بابت بات چیت کی جائے جو مقامی لوگوں نے زمین کی الامنٹ کے حوالے سے اٹھائے تھے۔ انہوں نے تصدیق کی کہ 2018ء میں ملنے والی 64,000 درخواستوں کی سکروٹی کا عمل جاری تھا لیکن انہوں نے یہ بھی کہا کہ الامنٹ کے لیے شرائط، بلا تفریق مذہب، سب کے لیے یکساں ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ کوئی بھی شخص جو چولستانی ہے اور چار ایکڑ سے کم زمین کا مالک ہے وہ درخواست دینے کا اہل ہے۔ اگرچہ انہوں نے یہ وضاحت کی کہ ایک ماشر پلان تشکیل دیا جا رہا ہے جس میں زمین کے حوالے سے مقامی مسائل حل کیے جائیں گے، تاہم وہ اس بات کی تصدیق کرنے سے قاصر ہے کہ اس کے لیے کتنا وقت درکار ہوگا۔۔۔ یاد رخواستوں کی سکروٹی کتنا وقت لے گی۔ مینگ ڈائریکٹر نے مقامی ہندو برادری کے اس الزام کی تصدیق کی کہ ان کے قبرستانوں پر غیر قانونی طور پر قبضے کیے جا رہے تھے، لیکن انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ حکام نے اس عمل کو روک دیا تھا اور جب بھی کوئی شکایت موصول ہوتی ہے اس پر کارروائی کی جاتی تھی۔

تعلیم، صحت اور پانی تک رسائی

رہائشیوں کی طرف سے ظاہر کی جانے والی ایک اہم تشویش سکولوں کے لیے ناکافی انفاراٹر کچر اور تدریسی عملے کے ناکافی ہونے سے متعلق تھی۔ ایک مقامی استاد نے شکایت کی کہ چولستان کے اکثر سکولوں میں تدریسی عملہ ضرورت کے مطابق نہ تھا اور اس کے نتیجے میں سکول حاضر ہونے والے بچوں کی تعداد بھی کم رہتی تھی۔ انہوں نے وضاحت کی کہ عموماً اس انتظام کا انتخاب اس علاقے سے باہر سے کیا جاتا تھا۔ آمد و رفت کی دشواریوں کے سبب، انہوں نے مزید بتایا، اکثر اس انتظام چولستان میں اپنی ابتدائی تعیناتی کے بعد جلد ہی شہری علاقوں میں تبدل کرانے کا انتخاب کر لیتے ہیں۔

چولستان میں طبی انفاراٹر کچر کی کمی سمجھیدہ نوعیت کا مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ اکثر طبی مرکز رہائشی علاقوں سے اتنے فاصلے پر ہیں کہ مقامی آبادی کے لیے ان تک رسائی نہایت دشوار امر ہے۔ خاص طور پر پرمیضوں کو ان مرکز تک پہنچانا ایک مسئلہ ہے اور ایسے مریض جنمیں ہنگامی طبی امداد کی ضرورت ہو ان کے لیے تو یہ نہایت خطرناک سفر بن جاتا ہے۔ پونکہ ان مرکز میں سہولیات ناکافی ہیں اس لیے سمجھیدہ نوعیت کی طبی امداد صرف قربی شہری علاقوں کے ہسپتاں سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ مشن کو بتایا گیا کہ مساوائے رُنگری بلکہ ہسپتاں کے مقامی طبی امداد کے کسی اور مرکز میں پیشہ ور ڈاکٹر دستیاب نہیں ہے۔ علاقے میں زچ کے لیے درکار سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے حاملہ مائیں سخت خطرے سے دوچار ہوتی ہیں اور زچ کا میں بلند شرح اموات کی شاید وجہ بھی کمیاں ہیں۔

چولستان میں پانی کے بحران نے مشن کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ مٹھڑی میں ایک نمبر دار نے مشن کو مطلع کیا کہ اگرچہ سابق صدر پرویز مشرف نے 2800 کیوں کے نہری پانی کی دریائے چناب کی برانچوں ڈراور اور سلاری کے ذریعے فراہمی کی منظوری دی تھی تاہم اس منصوبے پر کوئی کام نہیں ہوا۔ چولستان کا انحصاراب بھی سیالی پانی پر ہے۔ ایک اور مسئول ایہ نے نشان دہی کی کہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی گزشتہ حکومت کے دوران میں پانی کی ایک ٹیوب ڈالی تھی تاہم یہ منصوبہ پیٹی آئی کی حکومت نے روک دیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ علاقے میں پینے کا پانی آلوہ ہے اور یہاں کوئی فلٹریشن پلانٹ نہیں جو اسے پینے کے قابل بنائیں۔ علاقے میں موجود واحد پانچ لاکھ نیز فعال پڑی ہے کہ اس کے پھپوں کو چلانے کے لیے ڈیزیل ہی دستیاب نہیں ہے۔ چراگا ہوں کی زمین بھی پانی کی کمی کی وجہ سے خشک پڑی ہے اور اس کے نتیجے میں لا یوسٹاک اور جگہی حیات کا نقصان ہو رہا ہے۔

جب چولستان ڈولپمنٹ اخوارٹی کے مینجنگ اخوارٹی سے چولستان میں پانی کے مسئلے کے بارے میں بات کی گئی تو انہوں نے کہا کہ پانی تک رسائی کے لیے کام جاری ہے لیکن انہوں نے اس حوالے سے کوئی تفصیل مہیا نہ کی کہ کس نوعیت کا کام جاری ہے اور کتنا کام ہو چکا ہے۔

مزہبی اقليتیں

مشن نے مشاہدہ کیا کہ اگرچہ چولستان میں مین المذاہب ہم آہنگی کی سطح کچھ بلند ہے لیکن علاقے میں موجود مذہبی اقلیتوں کو ریاست کی طرف سے نظر انداز کیے جانے کا سلسہ بدستور جاری ہے۔ اس کی ایک دلیل تو ہندو برادری کے لیے قبرستانوں تک رسائی میں رکاوٹوں کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ مٹھڑی کے ایک رہائشی نے بتایا کہ چولستان میں صرف تین قبرستان ہیں، اور ان سب کی حالت پتلی ہے۔⁴ شمشان گھاؤں کے لیے انہی علاقوں میں زمین دستیاب نہیں ہے، اور ان گھر انوں کو اپنے فوت شدگان کو دفنانے یا جلانے کے لیے میں کلومیٹر تک کافر نے پر محروم ہونا پڑتا ہے۔ اگرچہ اس علاقے میں ایک قدیم ہندو مندر موجود ہے، ہلاو رانیہ مندر، تاہم اس کی حالت بہت بُری ہے اور یہاں تک پہنچنا مشکل ہے کیونکہ کوئی باقاعدہ سڑک یا راستہ ہی موجود نہیں جو اس تک جاتا ہو۔ مندر میں پانی اور بیکھی بھی دستیاب نہیں جس کی وجہ سے عبادت گزار اسے استعمال کرنے سے قاصر ہیں۔

⁴ کچھ ہندو برادریاں اپنے مودوں کو جلانے کی رسم کی جائے اُنھیں فُن کرتی ہیں۔

شناخت کا حق

- قوی و صوبائی دنوں سطح پر علیحدہ سرائیکی صوبے کے لیے سیاسی مکالمے کا لازماً آغاز ہونا چاہیے جس میں تمام حصہ دار ان شامل کیے جائیں۔

امن و امان

- جنوبی پنجاب کے قبائلی علاقوں میں تعینات بی ایم پی کو ختم کر کے خطے کو نارمل پولیسگ کے نظام کے تحت لا یا جانا چاہیے۔

- علاقے کے لوگوں کے لیے آسان رسانی کی خاطر پولیس تھانوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کیا جانا چاہیے۔
- خواتین پولیس اہلکاروں کی کافی تعداد تمام پولیس تھانوں میں تعینات کی جائے اور ان کی موجودگی اور ذمہ دار یوں کوئی بنا یا جائے تاکہ خواتین کے خلاف ہونے والے جرم سے مزید مؤثر انداز میں پیٹا جاسکے۔
- نیشنل کمیشن آن دیسٹریکٹ اف ویکن (NCSW) اور نیشنل کمیشن آن ہیومن رائٹس (NCHR) کو فوری طور پر جنوبی پنجاب کے قبائلی علاقوں کا دورہ کرنا چاہیے اور قانون شکنی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی روک تھام کے لیے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔

خواتین کے حقوق

- خواتین کی حفاظت کا ایک مؤثر نظام جنوبی پنجاب کے تمام اضلاع میں نافذ کرنا چاہیے اور اس نظام پر نظر رکھئے کا ایک مؤثر میکرزم بھی تشکیل دیا جانا چاہیے۔

- ویکن کر ائسر سنٹر اور پناہ گاہوں کو اپ گریڈ کر کے ان کی علاقے کے تمام اضلاع میں دستیابی تینیں بحالی جانی چاہیے۔
- این بھی اوز کو صفائی بنیادوں پر ہونے والے تشدد، خواتین کے حقوق و راثت، نقصان دہ سماجی رسم و رواج اور امتیازی سلوک اور انصاف کے حصول تک خواتین کی رسانی یا بطور مساوی شہری خواتین کے حقوق کے بارے میں روپرٹوں کو لقینی بنانا چاہیے اور ان روپرٹوں کو این سی ایچ آر اور این سی ایس ڈبلیو کے ساتھ سانحکا کیا جانا چاہیے مل کر ان اداروں کو ایسی مہمات چلانی چاہیں جن سے سماجی اندماں فکر میں تبدیلی رونما ہو۔
- خاص توجہ غیر مسلم برادریوں کی خواتین پر مرکوز کی جانی چاہیے جو دو ہرے امتیازی سلوک کا نشانہ بنتی ہیں۔

- این سی الیں ڈیلیوکولا زما خواتین کی رجسٹریشن (کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ) لیٹنی بنانے کے لیے سفارشات مرتب کرنی چاہئیں، خاص طور پر جنوبی پنجاب کے پسماندہ خطے میں یہ کام ہونا چاہیے۔
- پنجاب اسمبلی کو لازماً شادی کے لیے لڑکی کی کم از کم عمر 18 برس مقرر کرنے کے لیے قانون سازی کرنی چاہیے۔ بچوں کی شادی پر قانونی پابندیاں عائد کرنی چاہئیں اور ان کے سخت نفاذ کو لیٹنی بنانا چاہیے۔
- ### خواجہ سراوں کے حقوق
- این سی ایچ آر کو لازماً خصوصی سروے منعقد کرنے چاہئیں تاکہ جنوب پنجاب میں خواجہ سرا شخص کی صورت حال کا اندازہ لگایا جاسکے اور اس کے لیے سفارشات مرتب کرنی چاہئیں یا بدایات جاری کرنی چاہئیں، جہاں کہیں اس کے پاس اختیارات موجود ہیں کہ اس برادری کی شکایات کا ازالہ ہو سکے، تاکہ ان کا انسانی شرف برقرار رہے، ان کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے اور ان کو موقع مہیا کیے جائیں اور ان کی ذاتی حفاظت کی ضرورت کو مکمل طور پر سمجھا جائے اور انھیں حفاظت مہیا کی جائے۔
- خواجہ سرا برادری کے حقوق کے تحفظ کے تحفظ کے لیے پنجاب میں حفاظتی قانون سازی لازماً اختیار کی جانی چاہیے اور اس کا یکساں نفاذ خاص طور دور دراز کے علاقوں میں بشمول جنوبی پنجاب میں خاص توجہ کے ساتھ نافذ کیا جانا چاہیے۔
- قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اس بات کو لیٹنی بنانا چاہیے کہ خواجہ سرا حضرات کے خلاف ہونے والے جرائم کو کسی صورت نظر انداز نہ کیا جائے۔
- ### مزہبی اقلیتیں
- ایچ آر سی پی اپنے اس مطالبے کا اعادہ کرتا ہے کہ اقیتوں کے حقوق کے لیے ایک قومی کمیشن آئینی انتظامی کے ساتھ قائم کیا جائے۔
- جنوبی پنجاب کی تمام مذہبی اقلیتوں کو تو ہیں، استھان، ملازمتوں کے حصول میں امتیاز اور تو ہیں مذہب کے قوانین کے بدینتی پرمنی استعمال کے ذریعے ہر اسآن کرنے، جبری تبدیلی مذہب اور جبری شادیوں کے علاوہ زمینوں پر قبضوں جیسے معاملات میں تحفظ فراہم کیا جائے۔
- جنوبی پنجاب کے اضلاع میں جہاں کہیں مذہبی اقلیتوں کا ارتکاز ہے۔۔۔ جیسے کہ زیمان اور چولستان۔۔۔ وہاں انتظامی مشیزی کے اندر لازماً ایسے خصوصی سیل قائم کیے جائیں جو ان کی شکایات سنیں اور ان کے تحفظات دور کرنے کا اہتمام کریں۔

- کیساں تو میں نصاب پر لازماً نظر ثانی کی جائے اور ایسا تمام مواد تب سے نکال دیا جائے جو ان مضامین میں شامل ہے جو تمام طالب علموں کے لیے پڑھنا لازم ہیں اور یہ اقلیتوں کے ان حقوق کی خلاف ورزی ہے جو آئینے کے آرٹیکل 22 کے تحت انہیں حاصل ہیں۔
- ایسا ماد جو راداری اور تنوع کو فروغ دے وہ سکول کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے۔
- محنت اور جری مشقت
- سو شش سیکیورٹی کا حق، مناسب معاوضہ، کام کرنے کے اوقات، کام کے دوران ہونے والے حداثے کی صورت میں تلاشی اور پارلوزم میں کام کرنے والے محنت کشوں کے لیے یونین سازی کے حق کا احترام اور اس کا نفاذ (تیقینی) بنایا جائے۔
- پنجاب حکومت کو لازماً صوبائی اسمبلی کو اس حوالے سے رپورٹ دینی چاہیے کہ اُس نے Provincial Plan of Action to Combat Bonded Labour (پراوش پلان آف ایکشن ٹو کمبیٹ بانڈڈ لبر) پر عمل درآمد میں کیا پیش رفت کی؛ اور اس ایکشن پلان کے جنوبی پنجاب میں نفاذ کو خصوصی ترجیح دی جانی چاہیے۔
- لیبرڈ پارٹی نے کو اس بات کو تیقینی بنانا چاہیے کہ جنوبی پنجاب میں اس کے ضلعی دفاتر میں فعال قانونی امداد مہیا کرنے کا بندوبست ہوتا کہ جری مشقت کے شکار مظلوموں کا مدد فراہم ہو سکے۔
- تمام بھٹھ مزدوروں اور ان کے خاندان و والوں کو جری مشقت کے لیے نادر اکو ڈرم اٹھانا چاہیے تاکہ وہ لوگ حکومت کے فلاجی منصوبوں سے فائدہ اٹھاسکیں۔
- ضلعی سمجھنیس کمیٹیاں کامل طور پر فعال بنائی جائیں اور سارے خطے میں ضلع کی سطح پر ان کی نگرانی کا بندوبست کیا جائے۔
- جنوبی پنجاب کے اصلاح میں ضلعی انتظامیہ کو ایک ایسی کمیٹی تشکیل دینی چاہیے جس میں جری مشقت کرنے والے مزدور، این جی اوزکی نمائندگی موجود ہے جو ان ضروریات کا بالکل درست اندازہ قائم کرے (معتبر ڈیٹا کی مدد سے) اور اپنی سفارشات مرتب کرے اور نافذ کیے جانے والے اقدامات تجویز کرے تاکہ جری مشقت کے شکار لوگوں کو آزاد کر کے ان کی بحالی کرے۔
- پنجاب اسمبلی کی ہیمن رائٹس کمیٹی کو خطے سے تعلق رکھنے والے ممبران پنجاب اسمبلی سے جری مشقت کرنے والوں کے متعلق رپورٹ طلب کرنی چاہیے، خاص طور پر اینٹوں کے بھٹوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی حالت کے متعلق۔

کسان

- صلی سلطھ پر ایسی کمیٹیاں قائم کی جائیں جن میں کسان اور متعلقہ حکومتی حکام شامل ہوں اور یہ کسانوں کے تحفظات، خصوصاً خلطے میں زرعی رسید کی فراہمی کے حوالے سے، دور کریں۔ یہ کمیٹیاں ذخیرہ اندوزی اور زرعی سامان کی زائد قیتوں کا تدارک یقینی بنا کیں اور محفوظ زرعی زھروں یا دوسرے کمیکلوں کی فراہمی یقینی بنا کیں تاکہ ان کی وجہ سے انسانی صحت یا ماحدوں کو نقصان نہ پہنچے۔

- جنوبی پنجاب میں کسانوں کو لازماً اس فیصلہ سازی میں نمائندگی دی جائے جس کے ذریعے ان کی زرعی اجتناس کی قیمتیں کا تعین کیا جاتا ہے۔

صحیت کا حق

- خطے میں صحت کے انفارا سٹر کچر کو، بہتر بنانے کی جانب لازماً فوری توجہ دی جانی چاہیے۔ حکومت کو اس بات کو لیقینی بنانا چاہیے کہ وہ دینی و شہری طبی مراکز کی ترقی یا فتنہ توسعے کے لیے بحث میں نہ مختص کرے۔ خواتین کی تولیدی صحت اور بچوں کی صحت کی دلکشی بھال کو خصوصی توجہ دی جانی چاہیے۔

یاں کا حق

- ایچ آر سی پی سفارش کرتا ہے کہ صوبائی حکومت ماہرین کا ایک خصوصی کمیشن تشکیل دے جو اس علاقے میں پانی کے منسٹے کی وسعت کا جائزہ لے کر یہ لوگوں کی صحت یا زندگیوں کو اور ماحول اور جنگلی حیات کو متابڑ کرتا ہے۔ اس مجوزہ کمیشن کی سفارشات کو نافذ کیا جانا اور اس کے لیے بھت منقص کیا جانا چاہیے تاکہ خطے میں جنم لینے والی شدید صورت حال کا تدارک ممکن بنایا جاسکے۔

- صوبائی حکومت کو اس بات کو یقین بنانا چاہیے کہ خلطے میں پانی کے موجودہ تمام فلٹریشن پلانٹ فعال ہوں اور جہاں ضرورت ہو، وہاں مزید پلانٹ لگائے جائیں۔

تعلیم کا حق

- تعلیم کا حق جس کی ضمانت آئین کے آرٹیکل 25A میں دی گئی ہے اسے مکمل طور پر خطے کے بچوں کے لیے مبتدا ہونا چاہیے۔

- ۷- هم مقامی با عالی قدریت اینجا که تقدیر و اکبر از منظر گفتته به ریسکولو اکنون تقدیر امیت اضافه کرده اند

- لڑکیوں کے لیے تعلیمی سہولیات میں اضافہ کیا جائے اور اس بات پر خصوصی توجہ مرکوز کی جانی چاہیے کہ ان سکولوں میں وہ تمام سہولیات دستیاب ہوں جن کی ضرورت طالبات کو ہوتی ہے۔ لڑکیوں کی سکولوں تک آمد و رفت کی سہولیات بھی یقینی بنائی جانی چاہیں۔ -
- مقامی آبادی میں سے اساتذہ کی بھرتی کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ بھرتی کے لیے مقررہ معیار پر نظر ثانی کی جانی چاہیے اور تمام مقامی علاقوں میں اساتذہ کے لیے تربیتی پروگرام شروع کیے جانے چاہیں۔ -
- اساتذہ کے جلد جلد تباہلوں پر پابندی عائد کی جائے اور سکولوں کی مستقل بنیادوں پر انپکشن یقینی بنائی جائے تاکہ علم ہو سکے کہ سکول مناسب طور پر جل رہا ہے یا نہیں۔ -
- ### اعلیٰ سطحی تعلیم میں طلبہ کے مسائل
- یونیورسٹیوں کو لازماً طلبہ کے حق انہم کو محال کرنا چاہیے اور اعلیٰ سطحی تعلیمی اداروں میں فیصلہ سازی میں ان کی نمائندگی یقینی بنائی چاہیے۔ -
- خطے کے دور راز علاقوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ جو مatan اور دیگر شہروں میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آتے ہیں ان کے لیے فعال ہو ٹکرنا چاہیے۔ -
- پُر امن احتجاج یا خصوصی دین منانے، مثلاً عورت مارچ، وغیرہ میں شرکت کرنے والے طالب علموں کے خلاف کسی بھی قسم کی تعزیری کارروائی نہ کی جانی چاہیے۔ ایسا کوئی بھی منفی قدم اٹھانے والوں کا احتساب یقینی بنایا جانا چاہیے۔ -
- یونیورسٹیاں، مثلاً بہاء الدین ذکریہ یونیورسٹی کو ماحقہ کالجوں کے لیے لازماً ایسے اقدامات کرنے چاہیں جو انھیں ضوابط کی پاس داری پر مجبور کریں۔ کالج یا یونیورسٹی انتظامیہ کی طرف سے کی جانے والی بدانظایی کا ملہ طلبہ پر نہیں گرنا چاہیے۔ -
- یونیورسٹیوں اور کالجوں میں جنسی ہراسانی کی شکایات پر سنجیدہ نوٹس لیا جانا چاہیے۔ تعلیمی ادارے میں ایسی تفتیشی کمیٹیاں ہونی چاہیں جو جنسی ہراسانی کی تحقیق کریں، اور ایسی کمیٹیوں کے متعلق معلومات کو طلبہ کے درمیان وسیع پیمانے پر پھیلانا چاہیے۔ -

ز میں پر غیر قانونی تczęze

- اپنے آرسی پی سفارش کرتا ہے کہ درکار ضروری اصلاحات صوبائی لیگل فریم ورک میں کی جائیں تاکہ زمینوں پر غیر قانونی قبضوں کا سد باب ہو سکے، خاص طور پر زرعی زمینیں اور کھیت جن پر سیاسی اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے یا فوجی طاقت کے ذریعے ہاؤ سنگ سوسائٹیوں اور کالونیاں بنانے کے لیے قبضہ کیا جائے۔

چولستان

- صوبائی حکومت کو چولستان ڈولپمنٹ اخراجی کی آزادی اور اس کی نفعاالت کو یقینی بنانا چاہیے، اس کی ذمہ دار یوں کا قانونی طور پر یقین ہونا چاہیے اور اس کے اختیارات کو بذریعہ قانون ہیان کیا جانا چاہیے۔

- اخراجی کے مبنیگ ڈائریکٹر کا عہدہ لا زماً مستقل آسامی ہونا چاہیے، اور اس پر اعلیٰ سطحی سولیجن کو تعینات کیا جانا چاہیے۔ اپنے آرسی پی اس آسامی پر بیان فوجی افسر کی تعیناتی کو مفادات کے ٹکڑا کی صورت میں دیکھتا ہے کیونکہ کسی بھی قانونی منظوری کے بغیر فوج کو الامتیں کی گئی ہیں اور اس کے لیے غیر شفاف طریقہ کا اختیار کیا گیا۔

- اگر زمین الاث کی جائے تو یہ ایسی قانونی قدغنیوں کے تحت ہونی چاہیے جو صوبائی اسمبلی منظور کرے۔ تاہم ایسی قانونی قدغنیوں کو کسی بھی صورت میں حق ملکیت یا مقامی چولستانی آبادی کے دیگر حقوق کو متنازع نہیں کرنا چاہیے۔

- چولستان میں زمین لا زماً مقامی چولستانیوں کو ہی الاث ہونی چاہیے اور اس میں کسی قسم کا نہ ہبی امتیاز نہیں بتا جانا چاہیے۔

- 2018 میں موصول ہونے والی درخواستوں کی جانچ پڑتاں کو مزید کسی تاخیر کے بغیر مکمل کرنا چاہیے۔

- اپنے آرسی پی سفارش کرتا ہے کہ پنجاب اسمبلی ایک خصوصی اجلاس چولستان کے لوگوں کو درپیش مسائل کے حوالے سے منعقد کرے اور اس حوالے سے خطے کے باسیوں کو طویل عرصے سے درپیش مسائل کے حل کے لیے قانون سازی کرے۔